یہ میری بہن کا بیٹا ہے اس کو درد ہے آپ نے دست مبارک میرے سر پر پھیرا اور برکت کی دعا کی (اللہ پاک نے ان کو شفا دی) بخاری۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنکر شیر کا تابعدار ہو جانا

سفینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولی فرماتے ہیں میں ایک کشتی پر سفر کر رہا تھا وہ کشتی ٹوٹ گئی اس کے ایک تختہ پر میں سوار ہوگیا اس تختہ نے مجھکو ایک کنارہ پر لگا دیا۔ ایک جنگل کے کنارہ جسمیں شیر رہتے تھے۔ یکایک ایک شیر سامنے آگیا میں نے جب اسکو دیکھا میں نے کہا اے شیر میں سفینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں وہ آیا اور دم ہلاتا ہوا چاپلوسی کرنے لگا یہاں تک کہ وہ میرے پہلو کے پاس کھڑا ہو گیا پھر میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا مجھے سیدھے راستہ پر لاکر کھڑا کر دیا پھر اس نے کچھ آواز کی میں نے دیکھا کہ مجھکو رخصت کرتا ہے۔ ابو یعلیٰ۔ بزار۔ ابن مندہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اسلامی سنہ کی ابتدا

(از مولوی عبید اللہ صاحب ٹونکی (مولوی عالم) فاضل رحمانیہ)

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ قومی زندگی کی بنیادی مقومات میں سے ایک نہایت اہم چیز سنہ اور تاریخ ہے جو قوم اپنا قومی سنہ نہیں رکھتی وہ گویا اپنی بنیاد کی ایک اینٹ نہیں رکھتی۔ قوم کا سنہ اس کی پیدائش اور ظہور کی تاریخ ہوتا ہے یہ اس کی قومی زندگی کی روایات کو قائم رکھتا ہے اور صفحہ عالم پر اس کے اقبال وعروج کا عنوان ثبت کر دیتا ہے یہ قومی زندگی کے ظہور وعروج کی ایک جاری اور قائم یادگار ہے ہر طرح کی یادگاریں مٹ سکتی ہیں لیکن یہ نہیں مٹ سکتی کیونکہ سورج کے طلوع وغروب سے اور چاند کی غیر متغیر گردش سے اسکا دامن بندھ جاتا ہے اور دنیا کی عمر کے ساتھ اس کی عمر بھی بڑھتی جاتی ہے۔ ہر روز ہمارے سامنے آگسٹس، بکرماجیت، جلال الدین ملک شاہ، اور اکبر اعظم کے نام ان کے سنین کے اندر آتے ہیں لیکن ہمارا حافظہ کبھی اُن سے انکار نہیں کرتا۔ جبکہ سنہ اور تاریخ کو قومی زندگی میں یہ اہمیت اور درجہ حاصل تھا تو غیر ممکن تھا کہ ہمارے اسلاف اس سے غفلت برتتے اور کوئی معقول سنہ مقرر نہ کرجاتے۔ اسلام سے پہلے دنیا کی متمدن قوموں میں متعدد سنہ رائج تھے۔ زیادہ تر مشہور سنین یہودیوں رومیوں اور ایرانیوں کے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں چونکہ عربوں کی اندرونی زندگی اسقدر متمدن نہیں تھی کہ حساب وکتاب کی کسی وسیع پیمانہ پر ضرورت ہوتی اسلئے اوقات ومواسم کی حفاظت اور یادداشت کے لئے ملک کا کوئی مشہور واقعہ ہی لے لیتے اور اسی سے وقت کا حساب لگا لیتے۔ منجملہ سنین جاہلیتہ کے عام الفیل بھی تھا یعنی شاہ حبش کے حجاز پر حملہ کرنیکا سال۔ عرصہ تک یہی واقعہ عرب کے حساب

وکتاب میں بطور سنہ کے مستعمل رہا۔ لیکن جب اسلام کا ظہور ہوا تو خود عہد اسلام کے واقعات کو یہ اہمیت حاصل ہوگئی، صحابہ کا یہ دستور تھا کہ اسلامی واقعات میں سے کوئی ایک اہم واقعہ لیلیتے اور اسی سے حساب لگاتے۔ مثلاً جب ہجرۃ مدینہ کے بعد وہ آیت نازل ہوئی جس میں قتال کی اجازت دی گئی تھی تو اسی کو سنہ کا درجہ دیدیا تھا۔ لوگ اسے سنہ اذان سے تعبیر کرتے تھے اسی طرح سورہ برات کے نزول کے بعد بول چال میں سنہ برات کا بھی رواج پایا جاتا ہے۔ حجۃ الوداع کے واقعہ کو بھی کچھ دنوں تک بطور ایک سنہ کے استعمال کیا جاتا تھا۔ بعض روایتوں میں صاف تصریح آچکی ہے کہ صحابہؓ کی بول چال میں دس سنہ زیادہ تر مشہور رہتے تھے۔ انہی میں سے سنۃ التمحیص، سنۃ الترفیۃ، سنۃ الزلزال، سنۃ الاستئناس بھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حالت جاری رہی لیکن جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا عہد شروع ہوا تو ممالک مفتوحہ کی وسعت اور دفاتر حکومت کے قیام سے حساب وکتاب کے معاملات زیادہ وسیع ہوگئے تھے اس لئے ضرورت پیش آئی کہ سرکاری طور پر کوئی ایک سنہ قرار دیدیا جائے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے میمون بن مہران روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک کاغذ پیش کیا گیا جسمیں شعبان کا مہینہ درج تھا۔ حضرت عمر نے کہا کہ شعبان سے کونسا شعبان مراد ہے اس برس کا یا آئندہ برس کا؟ پھر آپ نے سربرآوردہ صحابہ کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ اب حکومت کے مالی وسائل بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں اور جو کچھ ہم تقسیم کرتے ہیں وہ ایک ہی وقت میں ختم نہیں ہو جاتا اسلئے ضروری ہے کہ حساب وکتاب کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے اوقات ٹھیک طور پر منضبط ہو جاسکیں اس پر لوگوں نے کہا کہ اس کے متعلق ایرانیوں سے مشورہ کرنا چاہئے اور دریافت کرنا چاہئے کہ ان کے یہاں اس کے کیا طریقے تھے۔

اسی طرح ایک روایت محب طبری نے امام شعبی سے نقل کی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپکی جانب سے ہمارے پاس خطوط آتے ہیں مگر ان پر کوئی تاریخ نہیں ہوتی اور یہ وہ وقت تھا جبکہ حضرت عمرؓ نے حکومت کے مختلف دفاتر قائم کر دیئے تھے اور خراج کے اصول وقواعد طے پاگئے تھے۔ اس لئے محسوس کر رہے تھے کہ ضبط اوقات کیلئے ایک خاص تاریخ قرار پا جائے پرانی تاریخیں موجود تھیں لیکن وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ انہیں اختیار کریں۔ ابوموسیٰ اشعری کے لکھنے سے حضرت عمرؓ کو اور زیادہ اس کی طرف توجہ ہوگئی تھی اسلئے صحابہ کو پھر جمع کر کے مشورہ کیا تو بعض نے رائے دی کہ ایرانیوں کے ہاں کا آخری سنہ یزدگرد کا سنہ ہے اور رومیوں کا مشہور سنہ سکندر کی پیدائش سے شروع ہوتا ہے انہی دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیا جائے لیکن حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ نے (جن کے قومی ذہنیت کی آبیاری آنحضور صلعم کے ہاتھوں ہوئی تھی) اس تجویز سے اتفاق ظاہر نہ کیا۔ پھر خیال ہوا کہ آنحضرت کے مبعوث ہونے کے وقت سے سنہ کا حساب شروع کیا جائے اور بعض نے رائے دی کہ آپ کی وفات سے شروع ہو لیکن کوئی بات پاس نہیں ہو سکی تھی کہ آخیر میں حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ واقعہ ہجرۃ سے سنہ کی ابتدا کی جائے تو بہتر ہے

جب لوگوں نے اس کو سنا تو اس طرح اس پر اتفاق کیا جیسے کہ یہ سب کو بھولے ہوئے تھے اور اب ان کو یاد آ گیا ہے اسوقت واقعہ ہجرۃ پر سولہ برس گزر چکے تھے۔

واقعہ ہجرۃ کا اختصاص

پچھلی تحریر سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ سنہ ہجری کا تقرر کیونکر عمل میں آیا۔ لیکن اب سب سے زیادہ ضروری اور اہم پہلو ایک اور رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کی نظریں اسلامی سن کے تقرر کیلئے واقعہ ہجرۃ ہی پر کیوں مرکوز ہوگئیں دیگر رائج الوقت سنین کو کیوں اختیار نہ کیا اگر وہ چاہتے تو جسطرح انہوں نے اپنے دفاتر کیلئے مفتوحہ ممالک کی زبانیں اختیار کر لی تھیں اسی طرح ان کے سنوں کو بھی اختیار کر لیتے لیکن ایسا نہیں کیا اور پھر مسلمانوں کا قومی سنہ قرار دینے کیلئے قدرتی طور پر جو چیزیں سامنے کی تھیں وہ اسلام کا ظہور تھا داعی اسلام کی پیدائش تھی نزول وحی کی ابتدا تھی بدر کی تاریخی فتح تھی مکہ کا فتحمندانہ داخلہ تھا حجۃ الوداع کا اجتماع تھا جو اسلام کی ظاہری اور معنوی تکمیل اور فتح کا آخری اعلان تھا لیکن ان تمام واقعات میں سے کسی ایک کو بھی اختیار نہیں کیا گیا اور نظر گئی تو ایسے واقعہ کی طرف جو نہ تو کسی پیدائش کا جشن تھا نہ کسی شوکت کا ظہور نہ کسی غلبہ اور تسلط کا شادیانہ تھا بلکہ ایک ایسے زمانہ کی یاد تھی جبکہ آغاز اسلام کی بے سروسامانیاں اور ناکامیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعی اسلام کیلئے اپنے وطن میں زندگی بسر کرنا بھی ناممکن ہوگیا تھا بیچارگی اور مظلومیت کی انتہا تھی کہ اپنا وطن اپنا گھر اپنے عزیز و اقارب اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر صرف ایک رفیق غمگسار کے ہمراہ رات کی تاریکی میں دشت پیما اغربت ہو گئے تھے۔ تاریخ کا یہ مبدء دنیا کی تمام تاریخوں اور قومی یادگاروں کے خلاف تھا صرف خلاف ہی نہیں بلکہ صریح الٹا تھا دنیا کی تمام قومیں فتح و اقبال سے اپنی تاریخ شروع کیا کرتی ہیں لیکن صحابہ نے بیچارگی اور درماندگی سے اپنی تاریخ شروع کی دنیا کی تمام قومیں خیال کرتی ہیں کہ ان کی طاقت و شوکت کی بنیاد اس وقت پڑتی ہے جبکہ وہ ملکوں اور سلطنتوں پر قبضہ کر لیا کرتی ہیں۔ لیکن صحابہ کرام کا یہ یقین تھا کہ ان کی طاقت و شوکت کا دروازہ اس دن کھلا جب ملکوں پر انہوں نے قبضہ نہیں کیا بلکہ اپنا ملک و وطن بھی ترک کر دیا۔ بلا شبہ ان کی یہ سمجھ دنیا کی ساری قوموں سے الٹی تھی لیکن اس سمجھ سے عین مطابق تھی جو اسلام کی تربیت نے ان کے اندر پیدا کردی تھی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی نظریں معنی اور روح کی طرف نہیں جاتیں بلکہ وہ الفاظ اور اجسام کی پوجا کرتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ ناکامی اور نامرادی کے طلبگار نہ تھے ان کی دور رس نگاہیں واقعہ ہجرۃ میں وہ چیز دیکھ رہی تھیں جسکو ظاہر بیں نظریں نہیں پا سکتی تھیں ان پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ اسلام کی پیدائش وظہور اور فتح و اقبال کی اصلی بنیاد ان واقعات میں نہیں ہے جو نظر آتے ہیں بلکہ ہجرت مدینہ اور اس کے اعمال وحقائق میں ہے اسلئے جو اہمیت دنیا کی نگاہیں پیدائش بعثت بدر فتح مکہ کو دیتی تھیں وہ ان کی نظروں میں ہجرۃ مدینہ کو حاصل تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کامرانیوں اور فتح مندیوں کا خمیر ہجرۃ اور اس کے

دور کے اعمال ہی میں تیار ہو گیا تھا اسلئے بنیادی طور پر اولیت واقعہ ہجرۃ کو حاصل ہے جیسا کہ ایک بیج کے اندر آفتاب کی حرارت قبول کرنیکی صلاحیت اور آبیاری سے متمتع ہونے کی استعداد اور زمین سے غذا حاصل کرنے کی قوت موجود ہوتی ہے تو برگ و بار کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح ہجرۃ اور اس کے اعمال و وقائع میں داخلی استعداد کی تکمیل بدرجہ اتم ہو چکی تھی اس لئے بطور برگ و بار کے جنگ بدر فتح مکہ وغیرہ کا ظہور ہوا۔ اگر مدینہ کی معنوی فتح نہ ہوتی تو مکہ کی فتح کی راہ کیونکر کھل سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے واقعہ ہجرہ کو اس سلوب سے بیان کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے سروسامانی و غربت کے اس عمل ہی میں فتح و نصرت الٰہی کی سب سے بڑی معنویت پوشیدہ تھی ارشاد باری ہے۔ ثانی اثنین اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سکینته علیه وایده بجنود لم تروها وجعل کلمة الذین کفروا السفلیٰ وکلمة الله هی العلیا والله عزیز حکیم (۹:۴) یہ آیت سورہ برات کی ہے سورہ برات بالاتفاق اسوقت نازل ہوئی جبکہ اسلام کی ظاہری فتحمندیاں تکمیل کو پہنچ چکی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تمام فتحمندیوں کے ظہور کے بعد بھی اس کی ضرورت باقی تھی کہ واقعہ ہجرۃ کی معنوی فتحمندی یاد دلائی جلئے اسی حقیقت کی بنا پر صحابہ نے قومی سنہ کا مبدا واقعہ ہجرۃ کو قرار دیا تاکہ نہ صرف آغاز سال پر ماہ محرم ہی میں اسکی یاد تازہ ہوا کرے بلکہ جب بھی یہ سنہ نظر سے گذرے تو اس معنوی فتحمندی کی یاد دہانی ہوتی رہا کرے۔

موجودہ مغرب میں اسلام کا اثر

مترجمہ —————— عبدالحلیم ناظم "مدیر محدث"

جرمن کے دارالحکومت برلن میں اکثر لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور بہت سی ایسی کتابیں شائع ہو رہی ہیں جن میں اسلام اور متعلقات اسلام سے نہایت محققانہ اور علمی بحثیں ہیں۔ یونیورسٹیوں میں مختلف زبانوں کے ماتحت متعدد اسباق اسلام سے متعلق بھی دیئے جاتے ہیں۔ جو لوگ اسلام کے متعلق لکچر دیتے ہیں ان میں ممتاز و مشہور اصحاب کی صف میں مسٹر بیکر BeKe وزیر معارف جرمنی اور پروفیسر کو میغمائر بھی ہیں۔ پروفیسر کو میغمائر "جمعیۃ الالمانیہ لمعارف الاسلامیہ" کے صدر ہیں انہوں نے مسلمانوں کے حالات مذہبی معلوم کرنے کیلئے مصر کا بھی گذشتہ سال سفر کیا تھا۔

پروفیسر میتفوخ ایسٹرن لنگویج یونیورسٹی میں قرآن حکیم کی تفسیر پڑھاتے ہیں۔

ہم یہاں ایک جرمنی عالم و فلسفی مشہور مستشرق ڈاکٹر چوبس Chombes. کی ایک تقریر کے چند جملے درج کرتے ہیں جو انہوں نے جمعیۃ اسلامیہ کی کسی مجلس میں کی تھی۔ "بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن حضرت محمد کا کلام ہے